

BEFORE MEMORY ARRIVES



FERDINANDO FREGA

یاد کے آنے سے پہلے

The Art of Attraction · 08

جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے، تو سب سے پہلے ہر کوئی اُس کی آنکھیں دیکھتا ہے۔

ہم جھولے پر جھکتے ہیں، اور قریب ہو جاتے ہیں، کوئی رنگ ڈھونڈتے ہیں۔
کیا یہ اُس کی ماں کی ہوں گی؟

کیا یہ اُس کے باپ کی ہوں گی؟

پھر کوئی ڈاکٹر، یا کوئی نرس، آتی ہے اور وہ بات کہتی ہے جو کوئی سننا نہیں چاہتا: کہ رنگ ابھی وجود ہی نہیں رکھتا۔ کہ شروع میں یہ تقریباً سب کے لیے ایک جیسا ہوتا ہے۔ ایک سرمئی، ایک پھیکا نیلا، اُس کا رنگ جس نے ابھی کچھ نہیں دیکھا۔

کیونکہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

زندگی کے آغاز میں نگاہ سب کی ایک ہوتی ہے۔

خالی ہوتی ہے۔

اور اسے بھرنے میں مہینے لگتے ہیں۔

آنکھ کا آئرس دھیرے دھیرے کام کرتا ہے۔ تھوڑا سا بھورا رکھتا ہے، تھوڑا سا سبز، تھوڑا سا سیاہ۔ جیسے جسم یہ سمجھنے کا انتظار کر رہا ہو کہ اُسے کون سی دنیا دیکھنی ہو گی، اس سے پہلے کہ وہ طے کرے کہ اسے کن آنکھوں سے دیکھے۔

میں نے ہمیشہ سوچا ہے کہ بعد میں بھی یہ کچھ زیادہ مختلف نہیں ہوتا۔

ہم اُسی خالی نگاہ کے ساتھ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

اور باقی سارا وقت اسے بھرنے میں گزار دیتے ہیں۔

ہر تجربہ ایک نشان چھوڑ جاتا ہے۔

ہر خوشی ایک رنگت بڑھا دیتی ہے۔

ہر دکھ ایک اور۔

اور یوں، ہمیں خبر ہوئے بغیر، آنکھیں صرف جسم کا ایک حصہ نہیں
رہتیں اور ایک آرکائیو بن جاتی ہیں۔

ایک خاموش یاد۔

پھر وہ لمحہ آتا ہے جب ہمیں ایک سادہ اور بے رحم سچائی کا
احساس ہوتا ہے: ہم اکثر لوگوں کو صحیح معنوں میں تب ہی دیکھتے
ہیں جب ہم انہیں مزید دیکھ نہیں سکتے۔

اور تب ہی یاد ہمیں واپس لے جاتی ہے۔

اُس جملے کی طرف جو کہا نہ گیا۔

اُس فون کی طرف جو ٹال دیا گیا۔

اُس ملاقات کی طرف جو ہم کر سکتے تھے۔

اُس گلے ملنے کی طرف جسے ہم نے یقینی سمجھ لیا۔

نہیں، میرا دماغ خراب نہیں ہوا۔

”قاری، تھوڑا سا اور صبر کرو اور میری دلیل کے پیچھے چلو۔“

کتنی بار ہم اُن کے بارے میں سوچتے ہیں جو جا چکے ہیں، اور اُن باتوں
کے بارے میں جو ہم کہنا یا کرنا چاہتے تھے؟

یہ سب کے ساتھ ہوا ہے۔

اور پھر ہو گا۔

اگر آج میں کسی ایسے شخص سے بات کر سکتا جو اب یہاں نہیں ہے، تو میں اپنے والد، اپنی والدہ، اپنے دادا دادی، اپنی بہن، ایک قریبی دوست کو چنتا۔

اور میں ہمیشہ ایک ہی طرح شروع کرتا۔

میں کہتا:

”مجھے معاف کر دیں اگر میں نے آپ کو وہ وقت نہیں دیا جس کے آپ حق دار تھے۔“

مجھے معاف کر دیں اگر میں اپنی جلدیوں، اپنے مقاصد، اپنی روزمرہ کی خود غرضی کے پیچھے بھاگتا رہا، یہ سمجھے بغیر کہ ایک دن میں بھی اُسی راستے پر چلوں گا جس پر آپ چلے۔“

پھر ذہن اور بھی دور کا سفر کرتا ہے۔

صدیوں کو پار کر جاتا ہے۔

میں یسوع سے ملنا چاہوں گا، اُن سے سوال پوچھنے کے لیے نہیں، بلکہ صرف اُنہیں سننے کے لیے۔

میں گیلیلیو گیلیلی، اُن سٹائن، میکیاولی، مائیکل اینجلو، دانتے الیگیری، پیٹرلیچینا کے پادرے پیو، کپلنگ، جان فٹزجیرالڈ کینیڈی سے ملنا چاہوں گا — اور نیچے والے سبزی فروش سے بھی، شراب خانے کے مالک کے ساتھ۔

اور پھر، تقریباً جیسے کسی جادو کے زیر اثر، میں دنیا کی تمام عورتوں کو سننا چاہوں گا۔

بلا امتیاز۔

کیونکہ اُن میں سے ہر ایک کے پاس سنانے کو کچھ مختلف ہو گا۔

ایک مختلف نقطہ نظر۔

ایک مختلف کہانی۔

ایک مختلف سچائی۔

اور پھر بھی، پاؤں مضبوطی سے زمین پر جما کر واپس اترتے ہوئے، میں ایک ایسی مماثلت تک پہنچتا ہوں جو مجھے خوبصورت لگتی ہے۔

اگر وہ سب کچھ جو ہم تخلیق کرتے ہیں، وہ سب جسے ہم قیمتی سمجھتے ہیں، وہ سب جو دوسروں کے لیے کچھ چھوڑ سکتا ہے، وقت پر لوگوں کے ساتھ بانٹا نہ جائے، تو ہمیشہ ایک ہی بات ہوتی ہے۔

وہ دن آتا ہے جب کوئی کہے گا:

”افسوس۔ میں اُس سے ملنا چاہتا تھا۔“

”افسوس۔ میں اُسے سننا چاہتا تھا۔“

”افسوس۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ وہ کیا سوچتا تھا۔“

لیکن جو دکھائی نہیں دیتا اُس کی ذمہ داری کبھی صرف تخلیق کرنے والے پر نہیں ہوتی۔

اکثر یہ اُن پر ہوتی ہے جو اسے وقت پر نہیں دکھاتے — اور یہاں، ہمیشہ کی طرح، عورتیں استاد ہیں: وہ جانتی ہیں کہ کیسے دکھائی دینا ہے۔

اور یہ اُن پر ہوتی ہے جو طے کرتے ہیں کہ کیا دکھایا جائے: ویب۔ اگر Google تمہیں نمایاں نہیں کرتا، تو کوئی تمہیں نہیں پڑھتا — جب تک کہ تم پیسے نہ دو۔

اُن پر جو لوگوں کو یہ دیکھنے نہیں دیتے کہ خود اُن کی آنکھوں کے سامنے کیا ہو رہا ہے۔

کیونکہ یاد تقریباً ہمیشہ بعد میں آتی ہے۔

نگاہ، اس کے برعکس، اگر ہم خوش قسمت ہوں، وقت پر پہنچتی ہے۔

Ferdinando